17

اِھۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡھِمۡ

کی دعا کرتے وقت ہمیں سوچنا چاہیے کہ اس دعا میں ہم کیا مانگتے ہیں اور مانگنے کی شرائط کو ہم پورا کرتے ہیں یا نہیں۔

(فرمودہ 28؍جولائی 1950ء بمقام پارک ہاؤس کوئٹہ)

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

''ہر وہ مسلمان جو نماز پڑھتا ہے وہ نماز میں متعدد دفعہ سورۃ فاتحہ کی تلاوت بھی کرتا ہے جس کی اہمیت نماز کے لئے اتنی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لَا صَلٰوۃَ اِلَّا بِالْفَاتِحَۃِ 1 سورۃ فاتحہ کے پڑھے بغیر کوئی نماز نہیں ہوتی۔ یہاں درحقیقت اکثریت مراد ہے ورنہ بعض حالتوں میں بغیر سورۃ فاتحہ کے بھی رکعت ہو جاتی ہے۔ جیسے نماز ہو رہی ہو اور کوئی شخص رکوع میں مل جائے تو اسکی رکعت ہو جائے گی حالانکہ اس نے سورۃ فاتحہ نہیں پڑھی ہو گی۔ لیکن عام قاعدہ یہی ہے کہ سورۃ فاتحہ پڑھے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ علاوہ ازیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ لَا صَلٰوۃَ اِلَّا بِالْفَاتِحَۃِ فِیْ کُلِّ رَکْعَۃٍ۔ جب تک ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھی جائے نماز نہیں ہوتی۔ پس اگر ایک رکعت میں سورۃ فاتحہ فوت ہو جاتی ہے تو ہم کہیں گے کہ ایک رکعت میں سورۃ فاتحہ معاف ہو گئی۔ گویا قلّت کثرت کے تابع ہو گئی۔ ورنہ نماز سورۃ فاتحہ کے بغیر نہیں ہوتی۔ فرض کرو ایک شخص آخر رکعت میں شامل ہو جاتا ہے تو کیا وہ دوسری رکعات میں بھی سورۃ فاتحہ پڑھے گا یا نہیں؟ جب وہ دوسری رکعات

میں سورۃ فاتحہ پڑھے گا تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ خواہ اس نے ایک رکعت میں سورۃ فاتحہ نہیں پڑھی پھر بھی کوئی نماز بغیر سورۃ فاتحہ پڑھے نہیں ہوتی۔ غرض ہر مسلمان جو نماز پڑھتا ہے وہ ہر نماز میں متعدد دفعہ سورۃ فاتحہ پڑھتا ہے۔ جو مسلمان نماز ہی نہیں پڑھتا اُس کا یہاں ذکر نہیں۔ لیکن جو مسلمان نماز پڑھے گا وہ خواہ کسی فرقہ کا ہو شیعہ ہو سُنّی ہو، وہابی ہو، حنفی ہو، حنبلی ہو، شافعی ہو، مالکی ہو۔ پھر آگے وہ فرقے آجاتے ہیں جو روحانی کہلاتے ہیں اُن سے تعلق رکھنے والا خواہ قادری ہو، چشتی ہو، نقشبندی ہو، سہروردی ہو یا ان کے علاوہ جو دوسرے فرقے ہیں اُن میں سے کسی کے ساتھ وہ تعلق رکھتا ہو یا اِس زمانہ میں خواہ وہ احمدی ہو بہرحال جو بھی نماز پڑھے گا وہ سورۃ فاتحہ پڑھتے ہوئے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ضرور کہے گا[2] اور جب وہ ہر نماز میں متعدد دفعہ سورۃ فاتحہ پڑھتے ہوئے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ کہتا ہے تو کوئی نہ کوئی مضمون اُس کے ذہن میں ہونا ضروری ہے۔ کیا تم نے کوئی ایسا فقیر دیکھا ہے جو کسی گھر کے دروازے پر جا کر دستک دے اور جب گھر کا مالک پوچھے کہ تم کیا مانگتے ہو؟ تو وہ کہے مجھے معلوم نہیں میں کیا مانگتا ہوں۔ تم نے ہزاروں فقیر دیکھے ہوں گے مگر ایسا کوئی فقیر نہ دیکھا ہوگا جو مانگ رہا ہو لیکن اسے معلوم نہ ہو کہ وہ کیا مانگ رہا ہے۔ اِس طرح جب تم اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ پڑھتے ہو تو کوئی نہ کوئی چیز تمہارے ذہن میں ہونی ضروری ہے اور تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ تم کیا مانگ رہے ہو یا کن چیزوں میں سے کوئی چیز مانگ رہے ہو۔ ایک فقیر کئی چیزیں بیک وقت بھی مانگ لیتا ہے۔ مثلاً وہ کہہ دیتا ہے پیسے دے دیں یا روٹی دے دیں کیونکہ ہوسکتا ہے کہ کھانا تیار نہ ہو اور اسے پیسے مل جائیں تو وہ بازار سے کھانا خرید لے۔ بہرحال جب کوئی فقیر مانگتا ہے تو اُس کے ذہن میں کوئی معیّن چیز ہوتی ہے۔ یا تو وہ ایک چیز بیان کر دیتا ہے اور یا وہ چند چیزیں اکٹھی بیان کر دیتا ہے اور چاہتا ہے کہ ان میں سے ایک اسے مل جائے۔ بہرحال اُس کے ذہن میں یہ ضرور ہو گا کہ وہ کیا چیز مانگ رہا ہے۔ لیکن سورۃ فاتحہ پڑھنے والوں میں سے اکثر سے پوچھو تو انہیں یہ علم ہی نہیں ہوگا کہ وہ کیا مانگ رہے ہیں۔ اور اس معاملہ میں مَیں احمدیوں کو دوسرے مسلمانوں سے ممتاز نہیں پاتا۔ حالانکہ جب کوئی شخص مانگتا ہے تو وہ مسئول چیز کو وصول کرنے کے لئے بھی تیار ہوتا ہے۔ مثلاً جب کوئی دوسرے گھر سے سالن مانگنے جائے تو وہ اپنے ساتھ پلیٹ بھی لے جاتا ہے یا آٹا مانگنے جائے تو وہ اپنے

ساتھ کوئی رومال بھی لے جاتا ہے۔ لسّی یا دودھ مانگنے جائے تو اپنے ساتھ کٹورا بھی لے جاتا ہے۔ بہرحال جب کوئی چیز مانگی جاتی ہے تو اس کے مناسبِ حال تیاری بھی ہوتی ہے۔ یہ نہیں ہوتا کہ کوئی شخص لسّی یا دودھ مانگنے جائے اور دوسرا شخص اسے کہے اچھا لسّی یا دودھ لے لو تو وہ کہہ دے میری جھولی میں ڈال دو۔ یا شوربا پکا ہوا ور وہ کہہ دے میرے ہاتھ پر ڈال دو۔ یا آٹا مانگنے جائے تو چھاننی پیش کر دے۔ اِس طرح تو وہ چیزیں ضائع ہو جائیں گی اور اسے کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا۔ غرض جب کوئی شخص کوئی چیز مانگتا ہے تو اس کے مناسبِ حال وہ تیاری بھی کرتا ہے اور وہ چیز اس کے ذہن میں موجود ہوتی ہے۔ لیکن جب اُسے یہ معلوم ہی نہ ہو کہ وہ کیا چیز مانگ رہا ہے تو وہ اُس کے لئے تیاری کیا کرے گا۔

دنیا میں دو ہی چیزیں ہوتی ہیں اول عقیدہ دوم عمل۔ جب تک کسی چیز کے متعلق انسان کا پختہ عقیدہ نہ ہو اُس کے حصول کی وہ کوشش نہیں کرتا۔ پس جب ہم ہر نماز میں کئی دفعہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ والی دعا مانگتے ہیں تو ہمیں سوچنا چاہیے کہ وہ کیا چیز ہے جو ہم مانگتے ہیں۔ اور اگر ہمیں اس کا علم ہے تو ہمیں یہ سوچنا پڑے گا کہ آیا قرآن کریم نے اس کے لئے کوئی شرطیں بھی بیان فرمائی ہیں یا نہیں؟ اور اگر قرآن کریم نے اس کے لئے کچھ شرطیں بیان فرمائی ہیں تو ہمیں غور کرنا پڑے گا کہ کیا ہم نے وہ شرائط پوری کر لی ہیں؟ مثلاً گورنمنٹ نے فوجیوں کے لئے چند قواعد مقرر کئے ہوئے ہیں کہ اگر کوئی شخص یہ یہ کام کرے تو اس کو ملٹری کراس 3 دیا جائے گا۔ اگر کوئی شخص یہ یہ کام کرے تو اسے وکٹوریہ کراس 4 دیا جائے گا۔ اب اگر اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ کے مقابلہ میں خدا تعالیٰ نے کوئی شرط بیان کی ہے تو ہمیں دیکھنا پڑے گا کہ آیا ہم نے وہ شرط پوری کر لی ہے؟ اور کیا واقعی ہم انعام کے مستحق ہو گئے ہیں؟ اگر ایک شخص فوج میں داخل ہوا اور دو تین دن کے بعد وہ درخواست کرے کہ گورنمنٹ بڑی مہربان ہے مجھے ملٹری کراس دیا جائے یا گورنمنٹ بڑی مہربان ہے مجھے وکٹوریہ کراس عطا کیا جائے تو اسے ملٹری کراس یا وکٹوریہ کراس دینا تو الگ رہا گورنمنٹ اسے فوج سے بھی نکال دے گی اور پاگل خانہ بھیج دے گی۔ یا مثلاً گورنمنٹ نے ایک قاعدہ مقرر کیا ہوا ہے کہ اگر کوئی شخص ایم اے پاس ہو اور پھر کم از کم سیکنڈ ڈویژن میں اُس نے امتحان پاس کیا ہو تو اُسے کسی کالج کی پروفیسری دی جاسکتی ہے۔ اب اگر کوئی پرائمری پاس کرے اور گورنمنٹ سے درخواست کرے کہ گورنمنٹ بڑی مہربان ہے مجھے فلاں

کالج میں پروفیسر لگا دیا جائے تو کیا گورنمنٹ اُسے پروفیسر شپ دے دے گی یا پاگل قرار دے کر پاگل خانہ بھیجے گی اِسی طرح اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ کے لئے اگر کچھ شرطیں مقرر ہیں تو ہمیں پہلے اُن شرطوں کو پورا کرنا ہوگا تب ہم انعام کے مستحق ہوں گے ورنہ نہیں۔ مثلاً ایم اے فرسٹ ڈویژن یا سیکنڈ ڈویژن کے ساتھ اگر پروفیسری ملتی ہے تو اسے حاصل کرنے کے لئے پہلے ایم اے فرسٹ ڈویژن یا سیکنڈ ڈویژن پاس کرنا ضروری ہوگا۔ یا اگر کسی خاص سروس کے بعد ہائی آفیسرز کا سلیکشن ہوتا ہے تو اسے ہائر آفیسرز پوسٹ حاصل کرنے کے لئے اُس خاص سروس سے گزرنا ہوگا اور اگر وہ ہائر پوسٹ کے لئے درخواست دے گا تو فوراً اس سے یہ مطالبہ کیا جائے گا کہ لاؤ سرٹیفکیٹ۔ لیکن مسلمانوں کی یہ حالت ہے کہ وہ اعلیٰ درجات حاصل کرنے کی بجائے ایک ادنیٰ ترین چیز پر ہی خوش ہو جاتے ہیں۔ وہ ہر نماز میں یہ دعا تو مانگتے ہیں کہ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ لیکن اگر اُن کے سامنے منعم علیہ گروہ کا ذکر کیا جائے تو وہ اس گروہ کے انعامات کا اپنے آپ کو مستحق نہیں سمجھتے۔ گویا ان کی مثال ایسی ہی ہے جیسے ہر درجہ تعلیم کے لوگ کسی سکول میں جائیں اور ہیڈ ماسٹر سے کہیں کہ ہمیں پہلی جماعت میں داخل کر لیا جائے۔ یا اگر کسی جگہ بڑے بڑے شاعر، ادیب اور پڑھے لکھے لوگ سکول میں جائیں اور ہیڈ ماسٹر سے کہیں کہ ہمیں پہلی جماعت میں داخل کر لیا جائے تو یہ کیسی مضحکہ خیز بات ہوگی۔ اِسی طرح مسلمان دعا تو وہ مانگتے ہیں جس کے نتیجہ میں صدیقیت اور ماموریت کا مقام بھی حاصل ہوسکتا ہے مگر وہ چاہتے ہیں کہ انہیں صرف صالحیت کا مقام دیا جائے اگلے درجات نہ دیئے جائیں۔ گویا ساری عمر وہ پہلی جماعت میں ہی بیٹھے رہیں اگلی جماعت میں انہیں ترقی نہ دی جائے۔ اس کے مقابلہ میں ہماری جماعت کی یہ کیفیت ہے کہ وہ صرف انتہائی مقام کو دیکھتی ہے نچلے درجوں کی طرف اس کی توجہ ہی نہیں ہوتی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاول فرمایا کرتے تھے کہ میں جب لکھنؤ گیا تو وہاں ایک بڑے بھاری طبیب تھے۔ ان کے میرے بڑے بھائی کے ساتھ دوستانہ تعلقات تھے۔ اس لئے میں اُن کے پاس گیا اور کہا آپ مجھے طب پڑھا دیں۔ انہوں نے کہا میں نے قَسم کھائی ہوئی ہے کہ میں کسی کو طب نہیں پڑھاؤں گا۔ میرا فلاں شاگرد اچھا خاصا طبیب ہے تم اُس سے پڑھ لو۔ میں نے کہا میں تو صرف آپ سے ہی طب

پڑھوں گا۔ وہ طبیب آپ کی جرأت سے بہت متاثر ہوئے اور انہوں نے کہا آپ کہاں تک پڑھنا چاہتے ہیں؟ آپ فرماتے تھے میں اُن دنوں یہ بھی نہیں جانتا تھا کہ طبیب کیا ہوتا ہے۔ جس طرح آج کل بعض طب کی ڈگریاں ہوتی ہیں اور بعض سائنس کی ڈگریاں ہوتی ہیں اِسی طرح پہلے زمانہ میں بعض مہندس ہوتے تھے، بعض طبیب ہوتے تھے اور بعض فلسفی ہوتے تھے۔ میں نے افلاطون، جالینوس اور بقراط وغیرہ کے نام کتابوں میں پڑھے ہوئے تھے۔ میں نے کہا میں افلاطون کے برابر علم حاصل کرنا چاہتا ہوں حالانکہ وہ ایک فلسفی تھا۔ وہ طبیب اس جواب سے بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے اب ضرور تم کچھ نہ کچھ علم حاصل کرلو گے۔ لیکن وہ تو ایک بچہ کی بات تھی جو سج گئی۔ اب اگر کوئی اچھا بھلا آدمی ایسا کام کرے تو کیا یہ بات سج جائے گی؟ ہماری جماعت یہ نہیں سمجھتی کہ بعض درمیانہ اور نچلے درجات بھی ہوتے ہیں۔ وہ صرف یہی استدلال کرتے رہیں گے کہ اس آیت میں بیان کیا گیا ہے کہ امتِ محمدیہ میں امتی نبی ہوسکتے ہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو خدا تعالیٰ نے یہ مقام عطا فرمایا ہے۔ لیکن وہ یہ نہیں سمجھتے کہ اس سے بعض نچلے درجات بھی ہیں اور وہ ہمارے لئے ہیں۔ وہ صرف اتنا ہی فائدہ اٹھا کر چھوڑ دیں گے کہ حضرت مرزا صاحب کی نبوت ثابت ہوگئی ہے اور یہ نہیں سوچیں گے کہ اس کے نیچے صدیقیت، شہادت اور صالحیت کے مقام بھی ہیں۔ جو ہم میں سے ہر ایک کے لئے کھلے ہیں اور ہمارا فرض ہے کہ ہم ان مقامات میں سے کوئی نہ کوئی مقام حاصل کرنے کی کوشش کریں۔

غرض ایک عام مسلمان تو پہلی جماعت سے آگے نہیں بڑھتا اور احمدی صرف ایم اے پر ہی نظر ڈالتا ہے۔ اور یا پھر اس بات پر خوش ہو جاتا ہے کہ فلاں ایم اے ہوگیا ہے۔ حالانکہ جب تک وہ خود فائدہ نہیں اٹھاتا محض حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مامور ہونے سے اسے ذاتی طور پر کیا فائدہ ہوسکتا ہے۔ دوسرے کے درجہ پر خوش ہو جانا تو ایسی ہی بات ہے جیسے کہتے ہیں کہ دو شخص کہیں بیٹھے ہوئے تھے کہ ان میں سے ایک نے دوسرے کو کہا کہ آج میں نے یہ عجیب ماجرا دیکھا کہ لوگ حلوے اور مٹھائیوں کے بڑے بڑے طبق اٹھائے لا رہے تھے۔ وہ کہنے لگا پھر مجھے کیا۔ اِس پر اُس نے کہا وہ لوگ تمہارے گھر کی طرف ہی آ رہے تھے۔ اس نے کہا پھر تجھے کیا۔ احمدیوں کی بھی یہی حالت ہے۔ اگر کچھ مل گیا ہے تو وہ حضرت مرزا صاحب کو ملا ہے تمہارے لئے اس میں خوش ہونے کی کونسی بات ہے۔ سوائے اس کے کہ تم کہو کہ اگر اوپر کا رستہ کھل گیا ہے تو نیچے کا رستہ بھی کھلا ہوگا ہم اس کے لئے کوشش کریں۔ پھر

تو خوش ہونے کی کوئی وجہ ہوسکتی ہے کہ خدا تعالیٰ نے اگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نبی اور مامور بنا دیا ہے تو صدیقیت کا بھی کوئی انکار نہ رہا ہم صدیق بنتے ہیں۔ لیکن اگر تم صرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت پر خوش ہو جاتے ہو اور خود چُپ کر کے بیٹھ جاتے ہو تو اس سے تمہیں کیا فائدہ؟ غرض اگر تم یہ سوچو کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نبوت کا درجہ مل گیا ہے تو آؤ ہم بھی منعم علیہ گروہ میں شامل ہونے کی کوشش کریں تو یہ بڑی عمدہ بات ہے۔ لیکن اگر تم اپنے اندر کوئی تبدیلی پیدا کرنے کی کوشش نہیں کرتے، نہ صدیق بننے کی کوشش کرتے ہو، نہ شہید بننے کی کوشش کرتے ہو، نہ صالح بننے کی کوشش کرتے ہو تو محض حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نبی بن جانے سے تمہیں کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ تمہارا فائدہ تو اس میں ہے کہ تم خود بھی کوئی مقام حاصل کرنے کی کوشش کرو۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں ایک نابینا حافظ تھے جن کا نام میاں محمد تھا۔ وہ پشاور کے رہنے والے تھے۔ ان میں دین کا بڑا جوش تھا اور اتنے نڈر تھے کہ اُس قسم کا نڈر شخص دنیا میں بہت کم ہوتا ہے۔ اگر انہیں رات کے بارہ بجے بھی خیال آجاتا کہ لوگوں کو نماز کی تلقین کرنی چاہیے تو وہ دروازے کھٹکھٹا دیتے۔ اور اگر گھر والا باہر آتا تو اُسے کہتے میاں! کیا تم نماز پڑھا کرتے ہو یا نہیں؟ اُن کی دلیری اور جرأت کی وجہ سے بڑے بڑے لوگ بھی اُن سے ڈرتے تھے۔ چنانچہ ایک افسر جو پشاور کے پولیٹیکل ایجنٹ ہونے والے تھے ایک دن انہوں نے ان کا دروازہ بھی کھٹکھٹا دیا۔ ملازم آیا اور پوچھا کون ہو؟ انہوں نے کہا حافظ محمد ہوں اور کلمۂ حق پہنچانے آیا ہوں۔ پولیٹیکل ایجنٹ صاحب نے کہا کہ مَیں آج بہت تھکا ہوا ہوں۔ انہوں نے کہا اگر مر گئے تو پھر کیا ہوگا؟ پولیٹیکل ایجنٹ نے بہانہ بنا کر کہ وہ کل سارا دن انہیں دیں گے اپنا چھٹکارا کرایا اور نوکروں کو تلقین کر دی کہ دوسرے دن انہیں کوٹھی کے قریب نہ آنے دیں۔ حافظ صاحب جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لے آئے تو ان کے اندر بھی وہی جوش موجزن رہا۔ ایک دفعہ وہ جلسہ سالانہ سے واپس گھر جا رہے تھے اور بھی کئی دوست ساتھ تھے کہ رستہ میں بحث شروع ہوگئی کہ ہم مومن ہیں یا نہیں۔ پرانے طریق کے مطابق ایک شخص نے کہا کیا ہم اتنا بڑا دعویٰ کر سکتے ہیں ہم تو گنہگار آدمی ہیں۔ خدا تعالیٰ بخش دے تو بخش دے۔ اسی طرح دوسرے اور پھر تیسرے نے کہا۔ مولوی عبدالکریم صاحب نے بھی پرانے خیالات کی رَو میں بہہ کر کہہ دیا کہ ہم کمزور اور گنہگار ہیں اگر خدا تعالیٰ بخش دے تو اُس کی ذرہ نوازی ہے۔ حافظ صاحب

نے کہا اچھا آج سے میں آپ میں سے کسی کے پیچھے نماز نہیں پڑھوں گا کیونکہ قرآن کریم نے کہا ہے کہ نماز صرف مومن کے پیچھے پڑھنی چاہیے۔ مولوی صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس آ کر شکایت کی۔ آپ نے فرمایا حافظ صاحب کو دوسروں کے پیچھے نماز تو نہیں چھوڑنی چاہیے تھی لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ان کی بات درست ہے۔ یہ انکسار کا موقع نہیں تھا بلکہ حقیقت کے اظہار کا موقع تھا۔ اگر کوئی شخص آپ لوگوں سے دریافت کرے کہ کیا آپ انسان ہیں؟ تو کیا آپ یہ کہہ دیں گے کہ توبہ توبہ میں کہاں انسان ہوں؟ اِسی طرح جو امور ایک مومن کی شان کے شایاں ہیں اُن کا واضح طور پر اقرار کرنا چاہیے۔

غرض اگر یہ بات صرف عام مسلمانوں میں ہوتی تو اَور بات تھی لیکن احمدیوں میں بھی یہ بات پائی جاتی ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ اس آیت کا صرف یہ مفہوم ہے کہ اس سے امتی نبوت کا اجراء ثابت ہوتا ہے۔ لیکن وہ اس بات کی طرف توجہ نہیں کرتے کہ اس سے نیچے بھی بعض درجات ہیں اور ہمارا فرض ہے کہ ہم انہیں حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ چنانچہ خدا تعالیٰ نے جہاں ان درجات کا ذکر فرمایا ہے وہاں صفائی کے ساتھ ان کے حصول کا طریق بھی بتایا ہے۔ اللہ تعالیٰ سورہ نساء میں فرماتا ہے: وَلَوْ اَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ اَنِ اقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اَوِ اخْرُجُوْا مِنْ دِيَارِكُمْ مَّا فَعَلُوْهُ اِلَّا قَلِيْلٌ مِّنْهُمْ ؕ وَلَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا يُوْعَظُوْنَ بِهٖ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاَشَدَّ تَثْبِيْتًا ۙ﴿۶۷﴾ وَّاِذًا لَّاٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ لَّدُنَّآ اَجْرًا عَظِيْمًا ۙ﴿۶۸﴾ وَّلَهَدَيْنٰهُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ﴿۶۹﴾ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ؕ﴿۷۰﴾ 5 فرماتا ہے اگر ہم مسلمانوں پر یہ فرض کر دیتے کہ اقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ تم اپنے آپ کو قتل کر دو۔ اَوِ اخْرُجُوْا مِنْ دِيَارِكُمْ یا تم اپنے وطن چھوڑ کر باہر نکل جاؤ۔ مَا فَعَلُوْهُ تو یہ کبھی ایسا نہ کرتے۔ اِلَّا قَلِيْلٌ مِّنْهُمْ مگر تھوڑے جن کو اللہ تعالیٰ کا خوف ہوتا ہے۔ وَلَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا يُوْعَظُوْنَ بِهٖ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاَشَدَّ تَثْبِيْتًا اور اگر وہ ایسا ہی کرتے جیسا کہ انہیں نصیحت کی جاتی ہے کہ اپنے نفسوں کو قتل کر دو یا اپنے آپ کو بے وطن کر دو تو یہ موت ان کے لئے حیات کا موجب ہوتی اور یہ اجڑنا ان کے لئے قائم ہونا ہوتا۔ دیار سے اجڑ جانے

کے معنے یہ ہیں کہ ان کا کوئی سہارا نہ رہا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر وہ اپنے آپ کو بے وطن کر دیتے تو یہ بات اُن کے قدموں کو گاڑنے والی ہو جاتی۔ وَّ اِذًا لَّاٰتَیۡنٰھُمۡ مِّنۡ لَّدُنَّاۤ اَجۡرًا عَظِیۡمًا۔ وَّلَھَدَیۡنٰھُمۡ صِرَاطًا مُّسۡتَقِیۡمًا اور اس صورت میں علاوہ اس کے کہ ہم انہیں اجرِ عظیم عطا کرتے اور ان کے قدموں کو گاڑ دیتے ہم انہیں زائد انعام بھی دیتے اور اس کے نتیجہ میں انہیں صراط مستقیم ملتی۔ وَمَنۡ یُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُوۡلَ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمَ اللّٰہُ عَلَیۡھِمۡ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیۡقِیۡنَ وَالشُّھَدَآءِ وَالصّٰلِحِیۡنَ۔ وہ صراطِ مستقیم یہ ہے کہ جو کوئی شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت کرتا ہے وہ اس گروہ میں شامل ہو جاتا ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا۔ یعنی ایسے لوگ نبی، صدیق، شہید اور صالح بن جاتے ہیں۔ وَحَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیۡقًا اور یہ لوگ بہت اچھے رفیق ہیں۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے وضاحت سے بتایا ہے کہ وہ صراطِ مستقیم کیسے ہوتا ہے جس پر چلنے کے نتیجہ میں انسان نبی، صدیق، شہید اور صالح بن سکتا ہے۔ فرماتا ہے وَلَوۡ اَنَّا کَتَبۡنَا عَلَیۡھِمۡ اَنِ اقۡتُلُوۡۤا اَنۡفُسَکُمۡ اَوِ اخۡرُجُوۡا مِنۡ دِیَارِکُمۡ جب انسان اتنا پختہ ایمان والا ہو جاتا ہے کہ اگر اسے یہ احکام ملیں کہ اپنی جان دے دو تو وہ بڑی خوشی سے اُس پر عمل کرنے کے لئے تیار ہو جائے۔ اور اگر اُسے یہ احکام ملیں کہ تم بے وطن ہو جاؤ تو وہ بڑی خوشی سے اس پر عمل پیرا ہو جائے تو اس کے نتیجہ میں اسے صراط مستقیم میسر آ جاتا ہے۔ مگر ایک احمدی اول تو یہ نہیں سوچتا کہ صراط مستقیم ہے کیا؟ اور اگر اسے پتہ لگ جاتا ہے تو یہ نہیں سوچتا کہ یہاں صرف حضرت مسیح موعودؑ کا ہی ذکر نہیں بلکہ میرا بھی ذکر ہے اور اس سے پچھلی آیتوں میں صراط مستقیم کو حاصل کرنے کا طریق بھی بیان کیا گیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جب کوئی شخص اِن دو باتوں پر قائم ہو جاتا ہے تو قرآن کریم میں بیان کردہ چار درجات میں سے ایک درجہ اُسے ضرور مل جاتا ہے۔ اگر وہ جان دینے کے لئے اور بے وطن ہونے کے لئے پوری طرح تیار ہو جاتا ہے اور وقت آنے پر وہ ایسا کرنے میں خوشی محسوس کرتا ہے تو اُسے شہید کا درجہ مل جاتا ہے۔ اور اگر وہ صرف تیار ہی نہیں بلکہ اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کو بھی اس کی تلقین کرنے لگ جاتا ہے اور انہیں اُبھارتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے لئے جان دینے اور بے وطن ہونے سے بہتر اور کونسی بات ہے تو اسے صدیق کا درجہ مل جاتا ہے۔ اور اگر اسے جان دینی پڑتی ہے یا دین کے لئے

بے وطن ہونا پڑتا ہے تو اس کے لئے تیار ہونا تو الگ رہا وہ ایسے مقام پر کھڑا ہو جاتا ہے کہ لوگ اس کی جان لیں، لوگ اسے بے وطن کر دیں تو یہ نبوت کا مقام ہوتا ہے۔ کیونکہ نبی اکیلا ہی دشمن کے مقابلہ میں کھڑا ہو جاتا ہے۔ اور یہ صاف بات ہے کہ اس طرح وہ اپنے عمل سے دشمن کو یہ دعوت دیتا ہے کہ آ اور مجھے مار۔ یا مجھے میرے وطن سے نکال دے اور یہی نبوت کا مقام ہے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کفر کے مقابلہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آواز اٹھائی تھی ورنہ سب سے پہلے جس نے تمام لوگوں کو چیلنج دیا تھا اور ان کی مرضی کے خلاف چلا وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی تھے۔ حضرت ابوبکرؓ دیکھتے تھے کہ آپ کیا کرتے ہیں تا وہ اسے دہرائیں۔ گویا ابتدا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے اور حضرت ابوبکرؓ اسے دہراتے تھے۔ گویا جو ابتدا کرتا ہے وہ رسول ہے اور جو دہراتا ہے وہ صدیق ہے۔

بچپن میں ہم پڑھا کرتے تھے کہ جب بادل آتے ہیں اور گرجنے لگتے ہیں تو پانی کے قطرات نیچے گرنے سے ہچکچاتے ہیں۔ آخر ایک قطرہ جرأت کرتا ہے اور نیچے کُود کر فنا ہو جاتا ہے۔ تب اسے دیکھ کر باقی قطرات بھی تیار ہو جاتے ہیں اور یکے بعد دیگرے نیچے کُود پڑتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ فطرتِ انسانی ہر اچھے کام کے لئے تیار ہو جاتی ہے۔ لیکن بعض کام اتنے خطرناک ہوتے ہیں کہ ان کے لئے کسی نہ کسی کو نمونہ پیش کرنا پڑتا ہے اور جو نمونہ پیش کرتا ہے وہی مستحق ہوتا ہے کہ اسے لیڈر بنایا جائے۔ کیونکہ اس نے اپنے آپ کو نہ صرف قربانی کے لئے تیار رکھا بلکہ اس نے قربانی کا نمونہ پیش کیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے کہ صدیقیت درحقیقت نبوت کے ہی ایک ٹکڑے کا نام ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ نبی پہلے کُود پڑتا ہے اور صدیق پیچھے کُودتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں ایک دفعہ وہابیوں اور حنفیوں کے درمیان جھگڑا ہو گیا۔ حضرت خلیفہ اول اُن دنوں اپنے آپ کو وہابی کہا کرتے تھے۔ کیونکہ ابھی احمدی کے لفظ کا استعمال نہیں ہوا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دیکھا کہ اس جھگڑے سے حضرت خلیفہ اول کو تکلیف ہوئی ہے۔ آپ نے فرمایا مولوی صاحب! آپ ایک اشتہار لکھیں کہ اس جھگڑے سے کیا فائدہ ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ کا یہ اعتقاد تھا کہ سب سے مقدم قرآن کریم ہے۔ پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث ہیں۔ اور اگر ان دونوں سے کوئی بات حل نہ ہو تو پھر عقل اور اجتہاد سے کام لیا جائے اور یہی ہمارا عقیدہ ہے۔ اس لحاظ سے تو وہ بھی حنفی ہی ہیں پھر جھگڑا کیا۔ حضرت خلیفہ اول نے اشتہار کا مضمون لکھا

اوراس کے نیچے لکھ دیا

یوے سجادہ رنگین کن گرت پیرِ مغاں گوید

یعنی چونکہ یہ حکم تھا اس لئے میں نے یہ اشتہار دے دیا ہے اور پھر دو اشتہار چھپوا کر ان کی ایک کاپی آپ کی خدمت میں بھجوا دی۔

حضرت خلیفہ اول فرماتے تھے کہ ایک دفعہ میں قادیان آیا تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بغیر کسی تمہید کے مجھے فرمانے لگے مولوی صاحب! ایمان کے لحاظ سے کس چیز کو مقدم رکھنا چاہیے؟ آپ نے کہا قرآن کریم کو۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا اس کے بعد دوسری چیز کونسی ہے جس کو مقدم رکھنا چاہیے؟ آپ نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اگر ان دونوں سے بھی کوئی بات نہ ملے تو کیا کیا جائے؟ حضرت خلیفہ اول نے فرمایا اگر ان دونوں سے کوئی بات نہ ملے تو خدا تعالیٰ نے جو عقل بخشی ہے وہ اُس سے کام لے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا یہی حقیقت ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاول فرماتے تھے اس پر مجھے وہ اشتہار یاد آ گیا اور میں اپنے آخری فقرہ پر نادم ہوا۔

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قُرب کے جو چاروں مقامات ہیں یہ سارے کے سارے قابلِ فخر ہیں۔ لیکن جو شخص خدا تعالیٰ کی راہ میں اپنے آپ کو پہلے پیش کر دیتا ہے خدا تعالیٰ اُس کو بلند مقام عطا کرتا ہے۔ ورنہ ظاہری قربانیوں کے لحاظ سے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ دونوں نے قربانیاں کیں۔ لیکن بُتوں کے خلاف سب سے پہلے جس شخص نے آواز بلند کی وہ صرف رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی وجود تھا۔ صحابہؓ نے آپ کی صرف نقل کی اور آپ کی آواز کے پیچھے اپنی آواز بلند کی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی یہی فرمایا ہے کہ ؎

در کوئے تُو اگر سر عشاق را زنند

اول کسے کہ لافِ تعشق زند منم 6

یعنی اگر تیرے کوچہ میں مارے جانے کا سوال پیش آ جائے تو اس کے لئے سب سے پہلے میری آواز ہی اٹھے گی۔ یہی چیز ہے جو وَّلَهَدَيْنٰهُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا میں بیان کی گئی ہے۔ اس کے معنے یہ ہیں کہ تم اپنے آپ کو ایسے مقام پر لے آؤ کہ لوگ تمہیں قتل کر دیں یا تمہیں ملک بدر کر دیں۔ چنانچہ فرماتا ہے اگر ہم ان پر یہ بات فرض کر دیتے کہ وہ اپنے نفوس کو قتل کریں یا بے وطن ہو جائیں تو وہ

یہ کام نہ کرتے۔ لیکن اگر وہ یہ کام کریں گے تو ہم انہیں صراطِ مستقیم عطا کر دیں گے۔ گویا اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ والی دعا تبھی پوری ہوگی جب تم میں یہ دونوں باتیں پائی جائیں۔ اور اگر یہ دونوں باتیں پیدا نہیں ہوتیں تو تمہاری مثال اُس پرائمری پاس شخص کی سی ہے جو کالج میں پروفیسری کے لئے درخواست دے دے۔ لازمی بات ہے کہ گورنمنٹ اُسے ردّ کر دے گی۔ اسی طرح اگر تم اِن دونوں چیزوں کو اپنے اندر پیدا نہیں کرو گے تو تمہاری اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ کی درخواست بھی ردّ کر دی جائے گی۔ اگر یہ محض عقلی بات ہوتی تب تو کوئی بات نہ تھی لیکن یہاں تو قرآن کریم نے خود بتا دیا ہے کہ جان اور وطن دونوں کو چھوڑنے کے لئے ہر وقت تیار رہو۔ اور جب تم اس مقام پر پہنچ جاؤ گے کہ اگر تمہیں جان دینے کا حکم ہے تو تم جان دینے کے لئے اپنے آپ کو تیار پاؤ اور اگر خدا کے لئے بے وطن ہونے کا حکم ہے تو بے وطن ہونے کے لئے اپنے آپ کو تیار پاؤ۔ تو ہم تمہیں صراط مستقیم دکھا دیں گے۔ آگے جس جس مقام کے مناسبِ حال قربانی ہوگی وہ مقام تمہیں مل جائے گا۔ اگر تمہاری قربانی نبوت کے درجہ کے مناسبِ حال ہوگی تو نبوت کا درجہ تمہیں مل جائے گا۔ اگر تمہاری قربانی صدیقیت کے درجہ کے مناسبِ حال ہے تو صدیقیت کا درجہ تمہیں مل جائے گا۔ اگر تمہاری قربانی شہادت کے مقام کے مناسبِ حال ہے تو شہادت کا مقام تمہیں حاصل ہو جائے گا۔ اور اگر تمہاری قربانی صالحیت کے مقام کے مناسبِ حال ہے تو تم صالحیت کا درجہ حاصل کرلو گے۔'' (الفضل مورخہ 19/اپریل 1961ء)

1: مسند احمد بن حنبل، مسند المکثرین من الصحابة مسند ابی هريرة جلد 2 صفحہ 240 رقم 7268 مطبع القاھرہ میں ''لَا صَلَاةَ اِلَّا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ'' کے الفاظ ہیں

2: الفاتحة: 6، 7

3: ملٹری کراس: فوجی تمغہ جو بہادری کی بناء پر دیا جاتا ہے۔

4: وکٹوریہ کراس: برطانیہ کا سب سے بڑا فوجی تمغہ جو 1856ء میں ملکہ وکٹوریہ کے عہد میں رائج پذیر ہوا۔

5: النساء: 67 تا 70

6: درثمین فارسی صفحہ 143 از نظارت اشاعت وتصنیف ربوہ